موصل کا معرکہ : ایک مجاہد کے احساسات اور یادیں

ایمان اور دلی خوشی کا امتزاج

ہمارے خطِّ رباط سے کچھ میٹر دور ہی دشمن موجود ہے۔ ہمارے اور اُنکے درمیان بس ایک سڑک ہی ہے جس پر جزیرۃ العرب کے اڈّوں سے اُڑنے والے امریکی B52 جہازوں کی بمباری سے ایک بڑا گڑھا پڑ چکا ہے۔ قدیم موصل کے اکثر محلوں میں یہی صورتحال ہے کیونکہ صلیبیوں اور اُن کے دم چھلوں کا بیوقوفانہ منصوبہ یہ تھا کہ اِس طریقے سے وہ استشہادیوں کو مرتدین کے اجتماعات اور اُنکے ٹھکانوں تک پہنچنے سے روک دیں گے۔ لیکن اُنکی تدبیر اُن پر تباہی بن کر اُلٹی۔ اِن گڑھوں کی وجہ سے اُن کی گاڑیاں بھی اِن گڑھوں کو عبور کرنے میں ناکام ہو گئیں اور اُن کے لیے سوائے اِس کے کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ اپنے فوجیوں کو کور فائر دینے اور اُنکا راستہ کھولنے کے لیے طیاروں سے شدید بمباری کریں، ہر ساکن اور متحرک چیز کو جلا ڈالیں اور ایک وسیع علاقے کو ویرانے میں تبدیل کر دیں تاکہ اُنکے زخموں سے چور فوجی چند میٹر پیشقدمی کر سکیں۔

خطِّ اول کی جانب دوبارہ واپس آتے ہیں جہاں مجاہدین کو مختلف دستوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے تاکہ وہ پورے محاذ پر مختلف جگہوں، عمارتوں کے ملبے اور خندقوں میں گھات لگا کر بیٹھ سکیں۔ ہر دستے میں ماہر سنائپر شامل ہیں جو رات کو دیکھنے والی دوربین لے کر نجس رافضیوں کی تاک میں باریاں لگا کر بیٹھتے ہیں۔

یہ ایک مشکل اور خطرات سے بھری ہوئی ذمہ داری ہے جو کہ دائمی توجہ، نہ بند ہونے والی آنکھ اور بدنی قوت کا تقاضا کرتی ہے۔

میں اُن میں سے ایک بھائی کے قریب گیا جس کے چمکتے دمکتے پر نور چہرے اور ٹوٹے ہاتھ پر لگی کھجی نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا، میں نے کوشش کی کہ اُس سے بات چیت کا آغاز کروں، لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میری بات چیت کی وجہ سے وہ اپنے شکار سے غافل نہ ہو جائے، سو میں اُس کے پاس بیٹھ گیا اور دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے لگا۔

خاموشی کی حالت کو کئی دھماکوں کی آوازوں نے توڑا، جن میں سے ایک سفید فاسفورس کے بم کی آواز تھی جو ہمارے بالکل قریب پھٹا تھا جس سے اب شدید تکلیف دہ بدبو آ رہی تھی۔ پس میں نے کپڑے کا ایک ٹکڑا نکالا جو میں نے اِسی طرح کے حالات کے لیے اپنے پاس رکھا تھا تاکہ اِس سے سانس لے سکوں۔

لیکن اللہ تعالٰی نے اِس دھویں کو ہم سے دور کر کے مرتدین کی جانب پھیر دیا وللہ الحمد، البتہ ہمارے قریب تباہ ہونے والی عمارت کے ملبے سے اٹھنے والے دھویں کی وجہ سے سامنے کا منظر بالکل اوجھل ہو چکا تھا۔ جب غبار چھٹا تو وہ سنائپر مسکراتے ہوئے میرے پاس آیا اور اب وہ دشمن کی تاک میں بیٹھنے کے لیے نئی جگہ تلاش کر رہا تھا، کہنے لگا: اللہ کے اذن سے میرے اور آپکے ناک میں جانے والا یہ دھواں یا جن بھی مجاہدین نے یہ دھواں سونگھا ہے، تو یہ دھواں اور جہنم کی آگ کا دھواں اکٹھا نہیں ہو گا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ کی گرد اور جہنم کا دھواں کبھی بھی کسی مومن کے پیٹ میں اکٹھے نہیں ہوں گے [رواه البخاري في الأدب المفرد وغيره]، پھر وہ بھائی کہنے لگا: کیا آپ جانتے ہیں کہ دھویں کی بو سے میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ نفرت کرتا تھا، لیکن اب میں اِسکو پسند کرتا ہوں!

اُسکی اِس بات نے مجھے بلال رضی اللہ عنہ کا قول یاد کرا دیا جب اُن سے پوچھا گیا کہ اے بلال آپ نے صبر کیسے کیا؟ (یعنی آپ نے مکّہ کے تپتے علاقے میں مشرکین کی تکلیفوں پر کیسے صبر کیا؟)، تو اُنہوں نے فرمایا: میں نے تعذیب کی کڑواہٹ میں ایمان کی مٹھاس کو ملا دیا اور ایمان کی حلاوت، تعذیب کی تکلیف پر حاوی ہو گئی، اِس طرح میں صبر کر سکا!

اِس واقعے نے مجھے مومن پر حلاوتِ ایمان کے اثر سے متعلقہ ایک اور قصہ یاد کروا دیا کہ کس طرح دین کے راستے میں مشکلات اور تکلیفیں اہلِ ایمان کو خوشگوار اور پسندیدہ محسوس ہوتی ہیں۔

موصل کے ایک گاؤں سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان، جو ایک معرکے میں ٹانگ پر لگنے والے زخم کی وجہ سے معذور ہو چکا تھا۔ اِس بھائی نے پانچویں کلاس تک تعلیم حاصل کی تھی اور اِس دوران اُس کا تعلیمی کیریئر انتہائی شاندار رہا تھا۔ اُسکے والد - تقبلہ اللہ - کا خواب تھا کہ اُسکا بیٹا ڈاکٹر بنے۔

موصل کی فتح کے بعد اُسکے والد مجاہدین سے جا ملے اور پھر اُنکے بعد اُسکے چچا بھی، یہاں تک کہ اُسکے دادا کی تمام اولاد نے دولتِ اسلامیہ میں شمولیت اختیار کر لی، حتی کہ وہ سب اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے، ہم اُن کے بارے میں یہی گمان رکھتے ہیں اور اُنکا حساب لینے والا تو اللہ ہے۔ شہید ہونے والوں میں سب سے آخری اُسکے والد اور چچا تھے جو الزنجیلی میں ایک ہی دن شہید ہوئے۔

میں نے اُس سے پوچھا؛ کیا تمہیں زخموں میں درد ہوتی ہے؟ کہنے لگا کہ اگر میں کسی ابھری چیز پر بوجھ ڈالوں تو درد ہونے لگتا ہے۔

میں اُسکی حالت پر شفقت کرنے لگا، لیکن شدید ترین معرکوں میں یہی وہ شیر ہے جو پیشقدمی کرنے والوں کی اوّل صف میں ہوتا ہے اور ایسے بھاگتا ہے جیسے اُسے کوئی معذوری یا مرض ہو ہی نا۔ وہ کسی پل چین سے نہیں بیٹھتا؛ کبھی دشمن کی نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہوتا ہے اور کبھی مناسب جگہ کی تلاش میں ہوتا ہے کہ اپنے شکار کا نشانہ لے سکے۔

اِس بے رحم معرکے میں گھات لگانے کے لیے مناسب جگہ کی تلاش، مشکل ترین مرحلہ بن چکا ہے کیونکہ دشمن کی یہ عادت بن چکی ہے کہ جہاں سے بھی فائر ہو تو وہ فوراً طیاروں سے وہاں بمباری کر دیتا ہے لیکن اِسی کا ایک ضمنی نتیجہ یہ بھی ہے کہ ایسی صورت میں صلیبیوں اور رافضیوں کو ایمونیشن اور اِس پر اٹھنے والے اخراجات کی غیر معمولی تعداد صرف کرنی پڑتی ہے۔ پس اِس طرح خط اول پر پتھروں کے ڈھیر، رباط کے مورچے بن چکے ہیں جنہیں اللہ کے فضل سے مجاہدین نے اپنی ثابت قدمی اور مضبوط دفاع سے پختہ قلعوں کی شکل دے دی ہے۔

یہ بھائی جب گھات لگانے کی مناسب جگہ کی تلاش کے بعد لوٹا تو کہنے لگا کہ تلاش کے دوران مجھے کچھ مٹھائی اور منرل واٹر کی بعض بوتلیں ملی ہیں۔ میں نے اُسے سمجھایا کہ اُن کی مدّتِ استعمال کئی سال ہوئے ختم ہو چکی ہے کیونکہ یہ جگہ عرصے سے متروک تھی۔ کہنے لگا کہ بہر حال میں نے وہ مٹھائی کھالی ہے اور اگر اور بھی ملی تو وہ بھی کھالوں گا ان شاءاللہ۔ اُس کی اِس بات نے مجھے مسکرانے پر مجبور کر دیا؛ یوں لگتا تھا کہ وہ ایکسپائر مٹھائی نہیں پرندوں کا تازہ بھنا ہوا گوشت کھا کر آیا ہے۔

ہاں یہ ایمان کی حلاوت ہے جس کا ذکر ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے ھرقل کے سامنے کیا جب اُس نے نبی ﷺ کی اتباع کرنے والوں کے بارے میں پوچھا تھا، پس ھرقل نے اُن سے کہا: "میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اُس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی اُس کے دین کو ناپسند کر کے واپس پلٹتا ہے تو تم نے کہا تھا کہ نہیں، اور یہی ایمان کا حال ہوتا ہے جب وہ دل کی بشاشت کے ساتھ مل جائے"۔

دو بھلائیوں میں سے بہترین

اِسی علاقے میں مجھے جزائر کیریبین سے تعلق رکھنے والے ایک سنائپر بھائی سے ملنے کا موقع ملا جب میں ایک عجمی بھائی سے انگریزی میں بات کر رہا تھا تو وہ میری بات سن کر میرے قریب آیا، جب ہماری بات چیت ہوئی تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ کیا آپکو اُس جگہ پر کسی ماہر سنائپر کی ضرورت ہے؟، تو میں نے اُسے کہا کہ اُسے بھیج دو۔ تو اُسے نے میرے ساتھ اپنے سگے بھائی اور اُسکے سوتیلے بیٹے ابو ذر البوسنی کو بھیج دیا جو کہ بوسنیا ہرزک سے تعلق رکھنے والا پندرہ سالہ نوجوان مجاہد تھا۔

اُسکا بھائی اور میں باتوں میں مصروف ہو گئے۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ اُسے ہدایت کیسے ملی اور وہ کیسے دولت اسلامیہ پہنچا۔ کہنے لگا کہ میں نے قرآن میں جہاد کے متعلق پڑھا اور اُس کی آیتوں پر تدبّر کیا جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول: {انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا} [التوبة: 41] (نکلو ہلکے اور بوجھل)، تو میں جہاد میں شمولیت کی راہ ڈھونڈنے لگا۔ جب دولتِ اسلامیہ کا اعلان ہوا تو میں نے اور میرے بھائی نے یہاں آنے میں جلدی کی، پس اللہ نے ہمارے لیے راستہ آسان فرما دیا اور تمام تعریفیں اُسی کے لیے ہیں اور اُسی کی جانب سے ہے تمام فضل و احسان۔ میں نے اُس سے مزاح کرتے ہوئے کہا کہ باذن اللہ ہم جزائر کیریبین فاتح بن کر لوٹیں گے اور وہاں مچھلی کھائیں گے اور وہاں کا ناریل اور کیلا کھائیں گے، تو اُسے جواب دیا کہ: ہرگز نہیں، مجھے جنت کے سوا کچھ نہیں چاہیے، اُس کی اِس بات نے مجھے مسکرانے پر مجبور کر دیا، اور اُس نے مجھے دو بھلائیوں (شہادت یا فتح) میں سے بہترین (شہادت) کی یاد دلا دی جب کہ میں دوسری چیز (فتح) کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

قتال کے میدانوں میں مختلف محکمہ جات کے شہسوار

وائرلیس سیٹ پر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ دشمن کی ریپڈ ایکشن فورس ایک عمارت میں داخل ہو چکی ہے جس پر شدید بمباری ہو چکی تھی۔ ایک بھائی جس کی کنیت ابو مصعب ذات الصواری تھی اور جو محاذوں پر سامان پہنچانے کا کام کرتا تھا فوراً کہنے لگا کہ چار بھائی تیار کرو میں اُن کے ساتھ حملہ کروں گا اور باذن اللہ مرتدین کے اوپر چڑھ دوڑوں گا کیونکہ یہ رافضی عورتوں کی مانند ہیں اور یہ قتال اور جنگ کرنے کے اہل نہیں۔

مجھے اِس بھائی کی ہمت اور شجاعت پر تعجب ہوا۔ پھر اُسے ایک اور بھائی جس کا نام ابو یعقوب تھا، نے کہا کہ بھائی تھوڑا صبر کرو یہاں تک کہ میں بھائیوں کو تیار کر کے تمہارے پاس لے آؤں۔

ابو مصعب کو ابو یعقوب کی جانب سے کچھ ہچکچاہٹ کا احساس ہوا تو اُس نے اُس سے سختی سے بات کی۔ ابو یعقوب نے جواب دیا کہ : اے بھائی، اللہ کی قسم میں اُن کے آگے آگے ہوں گا اور میں اُن کے ساتھ حملہ کروں گا، لیکن بس میں تھوڑا انتظار کر رہا ہوں کہ وہ نشانے کے قریب پہنچ جائیں۔ چند ہی منٹ گزرے تھے کہ تکبیر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے یہ سب شہسوار اکٹھے ہو کر دشمن کی جانب چل پڑے اور کہنے لگے : اے بھائیو آگے بڑھو، یقیناً یہ تو دو بھلائیوں میں سے ایک ہے !

پس دونوں شہسوار راستہ کاٹتے ہوئے اُس عمارت کی طرف بڑھے جس کے پاس اب ایک ابرامز ٹینک اور ھمر گاڑی پہنچ چکی تھی جبکہ دشمن کئی دن کی جنگ لڑنے اور مسلسل بلڈوزروں سے راستہ کھولنے کی کوششوں کے بعد اِس عمارت تک پہنچ پایا تھا کیونکہ تمام سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھیں۔

کچھ دیر بعد ابو مصعب فضائی بمباری سے لگنے والے چھوٹے موٹے زخموں کے ساتھ واپس آ گیا اور اُس کے ساتھ باقی بھائی بھی اِس مہم کا مقصد حاصل کر کے واپس آ گئے سوائے اُس جری شہسوار کے جس کا نام ابو یعقوب تھا جب ہم نے اُس کے ساتھیوں کو وائرلیس سیٹ پر یہ خبر دیتے سنا کہ ابو یعقوب آخری آرامگاہ کی جانب چلا گیا ہے، ہاں اللہ کی قسم وہ دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات پا گیا اور اُس کے بارے میں ہمارا یہی گمان ہے کہ وہ اب جنت کے پرندے کے جسم میں جہاں چاہتا ہو گا اڑتا پھر رہا ہو گا !

یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ اِس جیسے شہسوار آگے بڑھ کر حملہ کریں، موت کی طرف سبقت لیجانے کی کوشش کریں اور کافروں کی زندگی کو تکلیف دہ بنانے کی کوشش کریں جبکہ اِن مجاہدوں کی قیادت سب سے اگلی صف میں ہوتی ہے۔ ان بھائیوں کا امیر بڑی عمر کے باوجود جب بھی کہیں کسی معرکے کی صدا سنتا ہے تو وہ جنگ کی طرف لپک پڑتا ہے اور موت کو وہاں تلاش کرتا ہے جہاں موت آنے کا سب سے زیادہ امکان ہوتا ہے۔ اِس امیر کا ایک طویل عرصے سے اصرار تھا کہ اُسے استشہادی حملے کی اجازت دی جائے لیکن اُسکے امراء مسلسل اُسے منع کرتے رہے۔ یہ بھائی اکثر اوقات محاذ کے خطِ اوّل پر نظر آتا ہے، دشمن کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا ہے، مجاہدین کے مختلف دستوں کی ترتیب کرتا ہے اور حملوں میں خود شریک ہوتا ہے۔ پس ایسے مجاہد کا ہمت و حوصلہ کس قدر عالی ہو گا جو اپنے قائد کو ایسی حالت میں دیکھ لے ۔۔۔ کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی زندگی کو حقیر جان کر اپنے قائد کی مثال اور اعمال کی پیروی کرنے کی کوشش کرے گا۔

ابن مبارک رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ : "جب میں فضیل بن عیاض کے چہرے کی جانب دیکھتا ہوں تو اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہوں"۔

شاید آپ سوال کریں کہ یہ مجاہدین کون ہیں اور اِن کا تعلق کس کتیبے سے ہے ؟ اور انکی تربیت کس طریقے سے کی گئی ہے ؟

تو میں آپکو یہ سادہ حقیقت بتاؤں گا کہ اِن بہادر شہسواروں کا تعلق محکمۂ صحت سے ہے، جنہوں نے عسکری علوم کی ابجدیات کو منہدم کر کے رکھ دیا ہے (یعنی عسکری علوم اور اصولوں کے بر خلاف ایسے لوگوں نے معرکوں میں دادِ شجاعت دی ہے جن کا عسکری تجربہ اور علم نہ ہونے کے برابر تھا)۔ یہ ایسے بے مثال لوگ ہیں کہ جنہوں نے مجاہدین کے زخموں اور امیر المؤمنین کی رعایا کے زخموں کا مداوا اور دیکھ بھال کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی اور جب دشمن دارالاسلام پر حملہ آور ہو گیا تو طبّی کام، اُنکے کارناموں اور خدمات کا محض ایک جزء بن کر رہ گئے۔ اگر میں اُن پر ایک کتاب لکھ دوں تو بھی اُنکی خدمات کا حق نہیں ادا کر سکتا۔ یہاں آپکو ایسے بھائی ملیں گے جو مسلسل کئی بار زخمی ہو چکے ہیں لیکن وہ اپنے زخموں کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے مورچے پر دوبارہ جا کر وہاں زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، جیسے کہ ڈاکٹر عمر کسار۔

جزیرہ رمادی کے معرکوں میں اُن کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور وہ علاج کے لیے موصل آ گئے۔ اُنکی کئی بار سرجری ہوئی لیکن اُنکی ٹانگ ٹھیک نہ ہو سکی، اِس لیے بھائیوں نے اُنہیں تجویز دی کہ وہ محاصرہ ہونے سے پہلے شہر سے چلے جائیں، لیکن اُنہوں نے اور اُنکی اہلیہ نے جو خود بھی ایک ڈاکٹر تھیں اور شیخ حذیفہ بطاوی کی ہمشیرہ تھیں ، نے شہر میں ہی رہنے پر اصرار کیا اور موصل سے جانے سے قطعی انکار کر دیا یہاں تک کہ وہ دو بھلائیوں میں سے ایک کو پا لیں۔ اُن دونوں نے زخمیوں کے علاج معالجے میں زبردست ہمت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور جب دشمن طبّی کمپلیکس کے قریب آ پہنچا اور اِس علاقے کے عین کنارے پر معرکے شروع ہو گئے تو بھی اُنہوں نے اُس جگہ کو چھوڑنے سے انکار کر دیا جیسا کہ باقی طبّی عملے نے بھی انخلاء کو مسترد کر دیا یہاں تک کہ وہ سب شدید بمباری کی وجہ سے شہید ہو گئے، جس نے طبّی کمپلیکس کو مٹی کا ڈھیر بنا دیا، ہمارا اُن کے بارے میں یہی گمان ہے اور اللہ ہی اُنکا حساب لینے والا ہے۔ یہ عزت و شرف والے بہادر لوگ تھے جو ڈگریوں اور مناصب کی بجائے اللہ کی راہ میں شہادت کے متلاشی تھے۔

انغماسی ڈاکٹر ۔۔ محکمۂ صحت کا امیر

یہ ہمارے ضلع میں ایک پر سکون دن تھا کیونکہ ایک دوسرے علاقے میں ہونے والے ایک مبارک غزوے کا خوف اور دہشت ابھی بھی مرتدین کی نفسیات پر سوار تھا،اِس لیے ہم افطاری کے لیے پر سکون ہو کر بیٹھ گئے جو کہ کچھ کھجوروں اور تھوڑی سی دال پر مشتمل تھی۔ ہمارے آج کے مہمان محکمۂ صحت کے امیر تھے جن کی کنیت ڈاکٹر عبداللہ تھی۔

شیخ نے افطاری کے بعد کمر سیدھی کر لی تاکہ کچھ آرام کر لیں کیونکہ وہ زیادہ تر وقت طبّی یونٹوں کے دوروں میں مصروف رہتے تھے۔ زیادہ تر اُن کے ساتھ بیس سالہ یحییٰ رہتا تھا جس نے ابھی میڈیکل کالج میں اپنی تعلیم مکمل نہیں کی تھی ۔ یحییٰ ہر وقت بھائیوں کی خدمت میں مصروف رہتا تھا۔ میں نے جب بھی اُسے دیکھا تو اُسے بھائیوں کو کھانا کھلاتے یا اُن کی دیگر ضروریات پوری کرتے دیکھا۔ میں نے اُسے بیٹھے یا آرام کرتے نہیں دیکھا سوائے اُس وقت جب تمام بھائی سو چکے ہوں۔ نیز میں نے اُسے بہت ہی حیادار پایا۔ میں جب بھی اُسے دیکھتا تو اپنے سے کہتا: "مجھے اِس بھائی کے بارے میں گمان ہے کہ یہ اہلِ جنت میں سے ہے، تو یہ ابھی تک ہمارے درمیان کیا کر رہا ہے ؟"۔

شیخ عبداللہ نے اُسے بلایا اور کہا کہ میری ٹانگ کا معائنہ کرو، درد کیوں بڑھ رہی ہے، پھر اُنہوں نے ایک لمبی آہ بھری کہنے لگے کہ : نبی ﷺ پر 40 سال کی عمر میں وحی آنی شروع ہوئی اور اُنہوں نے دعوت کے راستے میں آنے والی مشقتوں اور سختیوں کو برداشت کیا اور 23 سال دعوت اور جہاد میں مصروف رہے اور میں ہوں کہ میری عمر ابھی 40 سال سے کچھ ہی زیادہ ہوئی ہے لیکن پھر بھی ایک دن صبر کرنا مشکل لگ رہا ہے، پس اے ربّ ہماری کمزوری کی وجہ سے ہم پر رحم فرما"۔

شیخ کے چہرے پر تھکاوٹ اور کمزوری کے اثرات نمایاں تھے جس کی وجہ سے شیخ کی شوکت و جلال پس پردہ جا چکی تھی۔ یحییٰ نے شیخ کی پنڈلی کو دبایا تو اُنہیں کچھ درد محسوس ہوئی۔ میں نے اُن سے مذاق کرتے ہوئے اُنہیں ایک معروف محاورہ کہا کہ "بڑی عمر کوئی عیب نہیں"، جس پر وہ ہنسے اور کہا: "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، یہ کوئی نقص یا عیب نہیں"۔ شیخ عاجزی اور انکساری کا پیکر تھے۔ پھر وہ کچھ کہنے لگے جسے میں سن نہ سکا کیونکہ قریب ہونے والی بمباری کی آواز میں اُنکی آواز دب گئی تھی۔ بمباری کے بعد شیخ کہنے لگے: "امریکا حقیقت میں اِس دور کا فرعون ہے۔ ذرا غور کرو کہ اُنہوں نے طبّی کمپلیکس میں دوسرے آپریشن روم، جس کی چار منزلیں ہیں؛ کو بمباری کر کے ملبے کا ڈھیر بنا دیا ہے جبکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اُسکے اندر ڈاکٹر، امریکا اور اُس کے دم چھلوں کی بمباری سے زخمی ہونے والوں کا علاج کرتے ہیں۔ یہ اِس لیے کیونکہ وہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر بمباری کر کے اُنہیں قتل کرنے اور اُنہیں زخمی کرنے پر ہی مطمئن نہیں ہوئے بلکہ اُنہوں نے اِن زخمیوں کا آپریشن روم تک پیچھا کیا کہ اِنکا اور ڈاکٹروں کا بھی خاتمہ کر دیں اور اِس کی وجہ یہی ہے کہ اِنہیں توحید سے شدید دشمنی ہے اور مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے کا جذبہ اِن کے سینوں میں ابل رہا ہے۔

"اِس کے مقابلے میں ہمارے ڈاکٹر، اُن کے معاونین اور طب کے طلباء جو اس مردی اور دلیری کی چوٹی پر ہیں۔ جب آپریشن روم پر پہلی دفعہ بمباری ہوئی تو جو اِس بمباری میں بچ گئے وہ ملبے کے نیچے دبے زندہ لوگوں کو نکالنے کے لیے وہاں پہنچے، حالانکہ اُنہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ طیارے دوبارہ اُن پر بمباری کرنے کے لیے آئیں گے اور اُنہیں قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور یہی متواتر تین دفعہ ہوا (کہ طیاروں نے بمباری کی اور بچ رہنے والے، ملبے میں دبے زندہ افراد کو نکالنے کے لیے وہاں پہنچ کر کوشش کرنے لگے)، یہ بھائی حقیقت میں اِس قابل ہیں کہ اِن پر فخر کیا جائے"۔ میری اُن سے گفتگو اختتام کو پہنچی اور میں غم اور دل شکستگی کی حالت میں تھا کیونکہ مجھے اچانک معلوم ہوا کہ میرے دوست ڈاکٹر ابو الیمان البغدادی – جو ایک منفرد مسکراتے چہرے کے حامل تھے - ہونے والی بمباری میں اپنی دلی مراد پا چکے ہیں۔

کچھ دنوں بعد مجھے معلوم ہوا کہ محکمۂ صحت کے امیر ڈاکٹر عبداللہ، الشفاء محلے میں اللہ کے دشمنوں پر حملہ کر کے اپنے آخری سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔ اللہ اُنہیں قبول کرے اور اُنہیں اُنکی بیوی کے ساتھ جنّت میں اکٹھا کرے جو کہ قدیمی شہر میں مارٹر کے گولوں سے اُسی دن شہید ہو گئیں جس دن اُنکے شوہر اللہ کی راہ میں قتل ہوئے- ہمارا اُن کے بارے میں یہی گمان ہے کہ اللہ نے ہمارے شیخ کی دعا قبول کر لی جو اللہ سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ اُنہیں اور اُنکی اہلیہ، دونوں کو اکٹھی شہادت دے۔ پس کیا ہی زبردست ہو تم اے محکمۂ صحت کے شہسوارو اور ایسے قائدین موجود ہونے پر امیر المؤمنین کو مبارک ہو۔

محکمۂ صحت کے تمام امراء دو دنوں کے دوران اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے۔ پہلے نائب امیر، ڈاکٹر خالد قرداش، طبّی کمپلیکس کے محاذ کے خطِّ اول پر لڑتے ہوئے زخمی ہونے کے بعد شہید ہوئے جبکہ اُن کے بعد بہادر شہسوار، ڈاکٹر قتیبہ اور پھر اُن کے بعد ہمارے شیخ ڈاکٹر عبداللہ شہید ہو گئے، ہمارا اُن کے بارے میں یہی گمان ہے اور اللہ ہی اُنکا حساب لینے والا ہے۔

وہ اپنا چہرہ نہیں پھیرتے یہاں تک کہ قتل ہو جائیں

صبح کے وقت ایک پکارنے والے نے پکارا کہ ہمارے پاس دشمن کی کچھ نقل و حرکت ہو رہی ہے۔ جب ہم باہر نکلنے کی تیاری کرنے لگے تو ہمارے پاس بھائی ابو عبیدہ آیا۔ وہ ٹیکنکل کام کرنے والا اور ہشاش بشاش چہرے والا مجاہد ہے۔ نسیمِ باد کے جھونکے جب بھی اُس کے چہرے پر پڑتے ہیں تو وہ مسکرانے لگتا ہے۔ وہ ایک دن کی چھٹی کے بعد اپنے گھر سے واپس آیا ہے، اِسی لیے اُس کے کپڑے صاف ستھرے اور اُس کے بال سنورے ہوئے تھے جبکہ رباط پر موجود مجاہدین کے بال پانی کی کمی اور رباط میں مشغولیت کی وجہ سے غبار آلود اور بکھرے ہوئے ہی ہوتے ہیں۔

میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا اُس نے اپنے اہلِ خانہ کو الوداع کہہ دیا ہے؟ تو وہ کہنے لگا: ہاں میں نے اُنہیں کہہ دیا ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ اُسکے چھٹی پر جانے سے پہلے میں نے اُسے نصیحت کی تھی کہ وہ اپنے اہل و عیال کو الوداع کہہ دے اور اُنہیں کہہ دے کہ "میں شاید واپس نہ آؤں"، جس پر اُس نے دلی خوشی سے ہنستے ہوئے مجھ سے اتفاق کیا۔

ایک خبردار کرنے والے نے پکارا کہ ایک بلڈوزر تمہارے بالکل سامنے آچکا ہے، سو اِسکا علاج کرو۔ ابو عبیدہ نے مجھے پکارتے ہوئے کہا: "مجھے ایک بازوکا راکٹ لانچر دو تاکہ میں اِسکو ٹھکانے لگاؤں"۔ میں نے اُسے بازوکا دیا اور اُس نے اُسے بلڈوزر پر فائر کیا جس کے بعد مرتدین پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ کچھ ہی منٹوں کے بعد وہ مجھے بلاتے ہوئے کہنے لگا: "مرتدین اپنا صنم (بت)، ابرامز ٹینک لے آئے ہیں، مجھے ایک اور بازوکا دو تاکہ میں اُس پر اللہ کے اذن سے راکٹ فائر کروں"۔

میں نے اُسے اِسکی اجازت دیتے ہوئے ایک اور بازوکا پکڑایا اور کچھ حفاظتی اقدامات لینے کا بھی کہا، کیونکہ دشمن ابرامز ٹینک کو اِسی لیے آگے لے کر آئے تھے تاکہ جہاں سے پہلا راکٹ فائر ہوا تھا اُس جگہ کو نشانہ بنا سکیں۔ میں نے اپنی جگہ تبدیل کی اور وہ بھائی اُس بت کو نشانہ بنانے کے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اُسکا ایک نام لیتے ہوئے اُسے پکارا جس سے اُسکو گھر میں بچپن میں بلایا جاتا تھا، "اے فلاں فلاں، اُس پر ہینڈ گرینیڈ پھینکو بھائی، ہینڈ گرینیڈ پھینکو"، اور یہ ہمارے درمیان ایک طے شدہ رمز تھا کہ ہمیں دشمن کے اتنا قریب ہونا چاہیے کہ ہمارے ہینڈ گرینیڈ اُس تک پہنچ سکیں اور جہاں سے واپسی کا امکان کم ہی ہو۔ وہ ہنسا اور کہنے لگا "باذن اللہ، بازوکا کے ساتھ"۔

کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ جگہ دھول، دھویں، دھماکوں اور فائرنگ سے بھر گئی۔ ہم اپنے بھائی کی طرف دوڑے لیکن ہم نے اُسے ملبے اور آگ کے درمیان آخری سانسیں لیتے پایا۔ اُسکا چہرہ مٹی سے اٹا ہوا تھا، ایک ٹانگ کٹ چکی تھی جبکہ دوسری ٹوٹ چکی تھی۔ ہم نے اُسے وہاں سے نکالا کہ شاید ہم اُسے بچا سکیں لیکن موت اُسکے قریب تر تھی۔ ہمیں اُس پر کوئی غم نہیں تھا کیونکہ وہ منہ پھیر کر بھاگا نہیں تھا بلکہ اُس نے ٹینک کا کھلے سینے کے ساتھ بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا تھا، ہمارا اُس کے بارے میں یہی گمان ہے اور اللہ ہی اُسکا حساب لینے والا ہے۔ ہم نے اِس بات کی پرواہ نہیں کی کہ اُس کے چہرے سے مٹی جھاڑ دیں، کیونکہ اللہ کے اذن سے کچھ اور ہستیاں ہیں جو اُس کے چہرے سے مٹی جھاڑیں گیں، جیسا کہ مصنّف عبدالرزاق میں عبداللہ بن عبید بن عمر اللیثی سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: "جب دو لشکر آپس میں ٹکراتے ہیں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ حور العین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ سب سے نچلے آسمان پر آجائے، اگر اُنہیں کوئی ایسا شخص نظر آئے جسکی پیشقدمی کی کوششوں کو وہ پسند کرتی ہوں تو وہ دعا کرتی ہیں کہ "اے اللہ اُسے ثابت قدم رکھیں" اور اگر وہ پیچھے ہٹتا ہے تو وہ اپنا چہرہ اُس سے پھیر لیتی ہیں، اور اگر کوئی قتل ہو جائے تو وہ نیچے اُتر کر اُسکے چہرے سے مٹی جھاڑتی ہیں اور کہتی ہیں "اے اللہ اُسے مٹی میں دفن کر دے جس نے اسے مٹی میں دبایا اور اُسے خاک آلود کر دے جس نے اِس کو خاک آلود کیا"۔

معرکوں کی شدّت اور شدید فضائی بمباری کی وجہ سے ہم کچھ دن تک اُسے نہ دفنا سکے؛ بہادر شہسوار، ہنستا مسکراتا، جوش و جذبے والا ابو عبیدہ جا چکا تھا۔۔۔

جو (مصیبت یا آفت) تجھ سے چوک گئی وہ تم پر آنے والی نہیں تھی

رباط میں میرے مقرر کردہ دن ختم ہو چکے ہیں اور جس بھائی نے میری جگہ لینی ہے وہ آچکا ہے۔ میں نے اپنا سامان اکٹھا کیا اور جب میں واپس جانے لگا تو میں نے محسوس کیا کہ الشفاء محلے اور طبّی کمپلیکس کا روزانہ کی فضائی اور توپخانے کی بمباری اور مارٹر کے گولوں کی وجہ سے نقشہ تبدیل ہو چکا ہے۔ ایسی کوئی عمارت انتہائی مشکل سے نظر آتی تھی جس پر بمباری کے اثرات محسوس نہ کیے جا سکتے ہوں، اِس لیے مجھے اِس بات کا ڈر ہوا کہ میں راستہ بھول نہ جاؤں اور ڈرون جو ہر وقت سر پر گھومتے رہتے ہیں وہ میری نشاندہی نہ کر لیں۔

میں نے کچھ دیر پہلے اِس مورچے پر آنے والے بھائیوں سے پوچھا تو اُنہوں نے مجھے ایک راستے کا بتایا جس پر میں چل پڑا۔ راستے کا ایک بڑا حصہ ایسا تھا کہ جو بالکل کھلا علاقہ تھا، نہ کوئی سایہ نہ کوئی آڑ اور نہ کوئی دیوار، کیونکہ پورا علاقہ تباہ ہو چکا تھا، بس اصل حقیقت یہی ہے کہ اللہ اپنے مجاہد بندوں کی حفاظت کرنے والا ہے اور وہ صلیبیوں اور اُنکے کتوں کو اندھا کر کے اُنکی نظریں مجاہدین سے پرے پھیر دیتا ہے۔

میں ہاسپٹل کے ایمرجنسی وارڈ کے قریب سے گزرا جہاں بعض لاشیں پڑی تھیں جن تک ڈاکٹر اُنکی وفات کے بعد ہی پہنچ پائے تھے۔ سٹریچر پر پڑے ایک جسم کا جما ہوا خون، بلادُ المسلمین پر حملہ آور صلیبیوں اور مرتدین کے جرائم، تکبر و گھمنڈ اور سفاکیت کو ظاہر کرتا ہے۔ دروازے سے اٹکا ہوا ڈاکٹر کا گاؤن (چوغہ) مریضوں کے خون اور پھر ڈاکٹر کے اپنے خون سے بھرا ہوا ہے۔۔۔

میں نے یہ دعا کرتے ہوئے جلدی وہاں سے نکلنے کی کوشش کی کہ اللہ اُن سب کو شہادت کے زمرے میں قبول کرے۔ میں ایک جگہ پہنچا جہاں مجھے اپنی اگلی منزل تک پہنچنے کے لیے کچھ انتظار کرنا تھا۔ وہاں مجھے کچھ پانی ملا تو میں نے غسل کیا اور کپڑے تبدیل کیے جن کا رنگ تبدیل ہو چکا تھا، بلکہ میرا اپنا رنگ بھی تبدیل ہو چکا تھا، جیسا کہ ڈاکٹر عبداللہ میرے بارے میں یحییٰ تقبلہ اللہ سے کہتے تھے کہ: "ابو فلان پر پڑی دھول سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کنکریٹ کا کوئی ٹکڑا ہے"۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اگلی منزل کے لیے سفر کرنے سے پہلے کچھ دیر سو کر آرام کر لوں۔

یہ جگہ خطرناک شمار کی جاتی تھی کیونکہ دشمن کے مورچے اور خطِ اول بالکل قریب تھا، اِس لیے میں نے اللہ پر توکل کیا، اپنی بارودی بیلٹ پہن لی اور اپنا ہتھیار اپنے قریب رکھ لیا۔ کچھ گھنٹے سونے کے بعد میری آنکھ جھڑپوں اور دھماکوں کے شور سے کھلی۔ اِس ڈر سے کہ کہیں میرا گھیراؤ نہ ہو جائے، میں فوراً وہ جگہ چھوڑ کر ایک دوسری جگہ کی جانب چلا گیا تا کہ کچھ گھنٹے اور آرام کر لوں۔ میں پھر نیند کی وادیوں میں چلا گیا لیکن کچھ ہی دیر بعد اُس جگہ پر مسلسل پانچ راکٹ آ کر لگے اور اُس عمارت کے ستونوں اور اُن کے آس پاس ہر چیز کو مسمار کر دیا لیکن میں اور کچھ اور بھائی وہاں سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ پس اِس حفاظت پر تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں کہ اِس واقعے نے میرے اندر یہ حقیقت راسخ کر دی کہ جو (مصیبت یا آفت) مجھے نہیں پہنچی اور مجھ سے چوک گئی وہ درحقیقت مجھ تک کسی صورت نہیں پہنچ سکتی تھی۔

میں وہاں بیٹھ کر اگلی منزل کے لیے گائیڈ کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک ایک بھائی آیا اور کہنے لگا کہ: "گائیڈ آپ سے پہلے کچھ بھائیوں کو لے کر گیا تھا لیکن جب وہ دوسرے مجموعے کو لانے کے لیے واپس پلٹا تو اُس پر بمباری ہو گئی"۔ میں نے اُس سے تفصیلات پوچھیں تو اُس نے کہا: "واپس آتے ہوئے ایک ڈرون نے اُسے ٹارگٹ کیا جس کی وجہ سے اُسکا بہت زیادہ خون بہنے لگا اور ہماری اُسے بچانے کی کوشش ناکام ہو گئی، اُس کے آخری کلمات جو وہ دہرا رہا وہ یہ تھے کہ: 'یا اللہ جنّت۔۔۔ یا اللہ مجھے شہداء کے زمرے میں قبول کر لیں'"۔ پس جو (مصیبت یا آفت) پہنچ جائے وہ چوک نہیں سکتی تھی بلکہ ہر صورت آنے ہی والی تھی، سو اللہ کی راہ میں زخمی ہونا کیا ہی بڑی نعمت ہے اور اللہ کی رضا اور جنّت پانے کے اسباب میں سے ہے۔